جاپان کا دوسرا پھیرا:

فروری 1993ء میں ہمیں جاپانی سرزمین پر مُنعقدہ ''بین الاقوامی ڈاک خدمات'' کے موضوع سے متعلق ایک دس روزہ سیمینار میں شرکت کے لیے بھیجا گیا۔ ٹوکیو میں اُن دِنوں غضب کی سردی پڑ رہی تھی۔ اُدھر مُلک کے شمال مغرب میں واقع شہر ''نوگورنو'' میں سرمائی اولمپکس منعقد ہو رہے تھے لہٰذا ٹوکیو کا ناریتا ایرپورٹ دُنیا بھر سے آنے والے سیاحوں اور کھلاڑیوں کے اِستقبال کے لیے پوری طرح تیار دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن بازار کے بھاؤ ہمیں اُس وقت معلوم ہوئے جب اپنے میزبانوں کی ہدایات کے مطابق ہم نے وہاں سے مرکزِ شہر تک آنے کے لیے 3,300 یَن کا ریل ٹکٹ خریدا۔ اور پھر ڈھائی ہزار یَن کی ٹیکسی لے کر اپنی قیام گاہ یعنی ''جائکا مرکز'' کی طرف چل دیئے۔ ''جائکا'' جاپان کی بین الاقوامی تعاون کے ادارے کا مخفف سمجھئے گا۔ تیز رفتار مگر باسہولت سفر والی اس ریل کو یورپ کی بُلیٹ ٹرین ہی گردانا جاتا ہے۔ یہ تو ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ ایک پاکستانی روپیہ تین جاپانی یَن کے برابر ہے لیکن پھر بھی ٹوکیو میں مہنگائی کی ایک جَھلک دیکھنے کے لے یہ کرائے کی سواریاں ہماری رہنمائی کے لیے کافی تھیں۔

جائکا مرکز:

''جائکا مرکز'' یہ ایک دس منزلہ وسیع عمارت ہے جہاں پر ہفت اقلیم سے آئے ہوئے عِلم وفن کے مُتلاشی قیام کرتے ہیں۔ یہاں اِن کے لیے چھوٹے بڑے ہر قسم کے کمرے موجود ہیں۔ کچھ تو ایسے کمرے بلکہ طاقچے ہیں جہاں کُرسی پر بیٹھنے کے کے لیے آہنی چارپائی کو تہہ کر کے دیوار کے ساتھ لگانا پڑتا ہے لیکن ہمارے لیے تو دسویں منزل پر ایک ہال نُما کمرہ جو جُملہ جدید سہولیات سے آراستہ تھا مختص کیا گیا تھا جسے دیکھ کر ہم نے دل ہی دل میں خُدائے بزرگ و برتر اور جاپانی حکومت کا شُکریہ ادا کیا۔ ہمارے کمرے کے قریب ہی ایمرجنسی میں اُترنے کی خاطر لوہے کی سیڑھیاں نظر آئیں اور ساتھ ہی آگ بُجھانے والے آلات دکھائی دیئے۔ یوں تو یہ سامان ہر بڑی عمارت میں ہر مُلک میں موجود ہوتا ہے لیکن یہاں جاپانی جزیروں میں ماضی میں آنیوالے تباہ کُن زلزلوں کی یاد آپ کو ایک عجیب وَحشت میں مُبتلا کر دیتی ہے۔

جائکا سنٹر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کا وسیع ریستوران دو عدد کاؤنٹرز پر مُشتمل ہے۔ ایک کاؤنٹر سے آپ ہر نوع کے بین الاقوامی کھانے لے سکتے ہیں جبکہ دوسرے سے مُسلمان مہمانوں کے لیے مُختص حلال کھانے دستیاب ہیں۔ ہمارے اِس سینٹر میں پہنچتے ہی ہمیں وہیں واقع بینک میں کھاتہ کھولنا پڑا۔ جس میں لُطف کی بات یہ تھی کہ یہاں ہمیں اپنی جیب سے رقم نِکال کر جمع کرنے کی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی ہماری جیب ایسی

حرکت کرنے کی اِجازت دیتی تھی۔ اِس کا انتظام ''جائکا'' نے خود ہی کر دیا تھا۔ ہمیں محض ایک عدد جاپانی زبان میں طبع شدہ ''پاس بُک'' عنایت کر دی گئی جسمیں ہمارے نُکتہ نظر سے ایک خطیر رقم درج تھی۔ ساتھ ہی بینک کی جانب سے رقم نکالنے کے لیے مخصوص کارڈ ہمارے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ اِس کے بعد ہر روز علی الصباح ہمیں جب بھی رقم کی ضرورت ہوتی ہم اپنے کارڈ کی وساطت سے مطلوبہ رقم خودکار مشین سے لے لیا کرتے تھے۔ ہماری صحت کی دیکھ بال کی خاطر اِس سینٹر میں ایک عدد مرکز صحت بھی موجود تھا جسے ہم سب مہمان گرامی گاہے بگاہے اُس کی خدمات سے مُستفید ہونے کے لیے اِستعمال بھی کرتے رہے اور یقین کیجیے جاپانی دوائیاں اپنا اثر بھی دِکھا جاتی تھیں۔

اسلام آباد چھوڑنے سے پہلے ہم نے اپنے رُفقاء سے جاپان میں خریداری کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو ہمارے دو عدد برخوردار ساتھیوں نے جو ہم سے قبل ''جائکا'' کے مُنعقد کردہ تربیتی کورسوں میں جاپان جا چکے تھے ہمیں کافی مُفید معلومات فراہم کیں۔ وسیم ظفر نے ہمیں اپنے ایک دوست ڈاکٹر فاطمی سے متعارف کرایا جو اِسلام آباد کے نیو کلیئر طِب کے مرکز سے وابستہ تھے اور اُس وقت جاپان میں تھے۔ ڈاکٹر فاطمی الیکٹرانک مصنوعات کے بارے میں کافی شناسا پائے گئے۔ اُنہیں ہم نے اپنی خریداری کی فہرست دِکھائی تو وہ ہمیں لئے دو روز تک ٹوکیو کے مُختلف بازاروں کے بارونق سٹورز پر گُھماتے رہے۔ مختلف برانڈز کی چیزوں کا تقابلی جائزہ لیتے رہے۔ ہمیں کوئی چیز پسند آجاتی تو ہم اُسے خریدنے پر تُل جاتے لیکن فاطمی صاحب ''ابھی نہیں'' کی گردان کرتے جاتے۔ تیسرے روز اُنہوں نے ہماری پسند کردہ اشیاء کی فہرست ہمیں دِکھائی اور ''جائکا مرکز'' کے صدر دروازے سے مُلحق خریداری کاؤنٹر پر ہمیں لے گئے۔ وہاں بیٹھی خاتون محترمہ کو مطلوبہ فہرست برانڈ نام۔ نمبر اور بنانے والی کمپنی کے نام کے ساتھ حوالہ کر دی۔ اُسی شام ہماری ضرورت کی سب ہی اشیاء پیک شدہ حالت میں بازار سے بارعایت نرخوں میں ہمارے سامنے موجود پائی گئیں۔ اور یوں ہماری یہ مُشکل ڈاکٹر فاطمی نے آسان کر دی۔

ہمارے ایک اور کفایت شعار ساتھی قمر جمیل نے ہمیں ٹوکیو کی سوئین والی دُکانوں کے متعلق بتایا تھا۔ واقعی وہاں ہر شے ایک سوئین میں دستیاب تھی۔ چھوٹے موٹے تحفے اور بچوں کے کھلونے یہاں سے خاطر جمعی سے خریدے جا سکتے تھے۔

ہمارے اِس سیمینار میں ایشیاء، افریقہ، جنوبی امریکہ اور بحرالکاہل میں واقع مختلف ممالک سے کوئی دو درجن طالبان علم شریک تھے۔ ہر طالبِ علم نے اپنے اپنے مُلک میں مستعمل طریقہ کار اور عوامی توقعات کے بارے میں اپنے دوسرے ساتھیوں کو بتایا۔ اِس سلسلے میں مشابہت اور اختلاف دونوں طرح کی صورتِ حال ہم سب کے لیے دلچسپی کا سامان پیدا کرتی رہی۔ برازیل اور ہندوستان کا مقابلہ فجی، مالدیپ، ایکواڈور اور جزائر سولومن سے تھا۔ پھر درمیانی سطح معیشت پر پائے جانے والے ممالک پاکستان، انڈونیشیا اور تھائی لینڈ کی بات ہی

اور تھی۔ بہر حال جاپانی رابطہ کاروں کی سمجھ سے خصوصاً بہت ساری باتیں بالاتر تھیں۔

سیمینار ہال سے باہر سرگرمیوں کے لیے مُتعین ہماری ایک رہنما خاتون تھیں جن کا جاپانی نام جو کچھ بھی تھا۔ ہم سب اُسے ''سوزاں'' کے لقب سے پُکارتے تھے۔ وہ ہمیں مختلف رَسمی تقریبات میں بھی لے جاتی تھیں اور قابلِ دید مُقامات کی سیر بھی کرواتی تھیں۔ اُن کی جواں عمری کے باوجود اُن کی مادرانہ شفقت کے ہم سب کچھ دنوں میں مُعتقد ہو گئے تھے۔ وہ اچھی فوٹو گرافر بھی تھیں۔ پیار کرنے والی ماں بھی اور معلومات کا انمول خزانہ بھی۔ ٹوکیو میں ہم نے وہ سب کچھ دیکھا جو چند روزہ سفر پر آیا ہوا ایک سیاح دیکھنے کا مُتمنی ہو سکتا ہے۔ لیکن اِس عالمی سطح پر ایک انتہائی گُنجان آباد اور صنعتی لحاظ سے انتہائی ترقی یافتہ شہر کے باسیوں کا طرزِ عمل اور طرزِ زندگی ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہت ساری صورتوں میں قابلِ تقلید تھا۔ اِنفرادی فیصلے کی قوت سے تو بظاہر یہ قوم عاری نظر آتی ہے۔ لیکن سر جوڑ کر اِجتماعی فیصلوں پر غیر متزلزل یقین نے جاپانیوں کو موجودہ دور کی صفِ اول کی اقوام میں شامل کر دیا ہے۔ اُن کی اِس فطرت کا تماشا ہم صبح شام ملاحظہ فرماتے رہے۔ جب وہ دائرہ بنا کر اور سر جوڑ کر کسی بھی معاملے میں مشاورت کرنے لگتے تھے۔

دُنیا بھر میں جاپانی مصنوعات خاصی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ بھاری تعداد میں خام مال کی درآمد اور مُلکی مصنوعات کی چہار سُو برآمد کی وجہ سے ٹوکیو اور جاپان کی دوسری بندرگاہیں اِنتہائی مصروف شمار کی جاتی ہیں۔ لیکن خود جاپانی اپنی بنی ہوئی خودکار مشینوں کی صفائی کا کیسا خیال رکھتے ہیں۔ اُسکا اندازہ ہمیں ٹوکیو کے ڈاک چھانٹی کے مرکز جا کر ہوا۔ یہ ایک بہت بڑی تنصیب ہے جہاں سینکڑوں مکمل طور پر خودکار مشینیں کام کرتی ہیں۔ جاپان بھر سے آنیوالے خطوط پارسل اور بنڈل جو مُلک سے باہر جا رہے ہوں یا بیرونِ ملک سے یہاں آ رہے ہوں' کی چھانٹی مختلف منازل کے لیے یہیں پر کی جاتی ہے۔ جوں ہی ہم اِس دفتر کے صدر دروازے پر پہنچے ہم سے ناک اور منہ پر غلاف باندھنے کے لیے کہا گیا۔ ساتھ ہی ہاتھوں میں دستانے پہننے کو دیئے گئے اور پھر جوتوں پر پلاسٹک کے غِلاف چڑھانے پڑے۔ ''واہ بھئی! ہمارے ہاں تو ایسی جگہ کو گرد و غبار سے بچانا بالکل ہی ناممکن ہوتا ہے۔ بڑے چھوٹے گرد آلود ڈاک کے تھیلوں کو چھوتے چھوتے اور اُنہیں خالی کرتے یا بھرتے وقت گرد و غُبار کے اُٹھتے ہوئے بادلوں کی گرِفت میں تو وہاں کام کرنے والے سب ہی کارکن آ جاتے ہیں اور کسی طور بھی اپنی سُفید پوشی برقرار رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے''۔ ہم نے دل ہی دل میں کہا۔ لیکن یہ تو جاپان ہے۔ مجال ہے کسی بھی کارکن کے قیمتی سُوٹ پر ذرا بھی داغ آ جائے یا کسی کو چھینکنے کے دورے پڑ جائیں۔

ہمارے میزبان ہمیں بتانے لگے کہ یہ ساری زحمت محض خودکار مشینوں کو آلودگی سے پاک رکھنے اور وہاں کام کرنے والوں کی صحت برقرار رکھنے کی خاطر ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اِسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ قیمتی مشینیں ہمیشہ کے لیے برقرار رکھی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ ٹیکنالوجی روز بروز تبدیل ہوتی جاتی ہے لہٰذا جدید سے جدید تر مشینیں تو استعمال کرنی ہی پڑتی ہیں جس کے لیے تبدیلی بھی ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

متسو یاما:

قیامِ جاپان کے دوران ''جزیرہ متسو یاما'' کا سفر اور جاپان کے ماضی کے حوالے سے سفر کی یادیں بھی ہمیشہ باقی رہیں گی۔ یہ جزیرہ ٹوکیو سے کوئی دو گھنٹے کی فضائی مُسافت پر جنوب میں واقع ہے۔ یہاں کا تاریخی قِلعہ دیکھنے کا اِتفاق ہوا جو آج بھی جاپانیوں کی تاریخی جنگجویانہ فطرت پر گواہ ہے۔ وسطِ شہر میں واقع قلعہ ''کتسو یاما'' پہاڑی پر ایک جاپانی جنگجو سردار نے 1602ء سے 1627ء کے عرصے میں تعمیر کیا۔ 1907ء کی روس جاپان جنگ کے دوران روسی قیدیوں کو یہیں مقید کیا گیا تھا۔ اِسی شہر میں روایتی انداز میں زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا ایک اَچھوتا انداز بھی دیکھا۔ ویسے بھی جاپان میں فرشی نِشستوں کا مشرقی انداز کافی حد تک اب بھی مقبول ہے لیکن یہاں تو پھر زمین کھود کر پاؤں پھیلانے کے لیے جگہ بنائی گئی تھی۔ سب مہمان فرش پر براجمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کی زمین سے نیچے لٹکائی ہوئے ٹانگوں میں لکڑی کی تپائیوں پر ہر قسم کے مشروبات اور ماکولات رکھ دی جاتی ہیں۔ اب آپ جاپانی ''چاپ اِسٹکس'' کی مدد سے اپنی پسند کی خوراک کھاتے جایئے۔ جو عموماً مختلف نوع کی مچھلیوں، کیکڑوں اور دوسری آبی مخلوق سے بنی ہوتی ہے۔

اِس سیمینار میں شرکت کرنیوالے ہمارے رُفقاء کی اکثریت اپنے اپنے مُلک میں ذِمہ دار اعلیٰ عُہدوں پر فائز تھی۔ بعد میں عالمی تنظیم ڈاک کے جلسوں اور دیگر بین الاقوامی کانفرنسوں میں اکثر اِن سے ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ برازیل کے ''فابیو'' تو یونیورسل پوسٹل یونین کی ایک اہم کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ ہم لوگ ایسے مواقع پر ایک دوسرے کو ''ہم جماعت'' ہی سمجھتے تھے اور ایک دوسرے سے اپنی خوشیاں اور غم بانٹتے رہتے تھے۔

ٹوکیو میں برف باری سے خوب لطف اندوز ہوئے لیکن جوں ہی برف پڑنا بند ہوئی تو موسم بہار کی آمد آمد تھی۔ چیری کے درختوں پر پھول نکل آئے جن کی وجہ سے اِس عظیم شہر کی رونقوں کو مزید جلا ملی۔ ویسے چیری کے پھولوں کی جاپانی ادب میں ایک خاص اہمیت ہے اور اِن سے متعلق بے شمار نظمیں اور گیت زبان زدِ عام ہیں۔ یوں بھی جاپانی رَسم الخط کو نہ سمجھنے والے کو جاپانی تحریریں چیری کی بیل ہی نظر آتی ہیں۔ جاپانی اَدب کی ایک صِنف ''ہائیکو'' کو آج کل ہمارے ہاں کے سخنوروں کی جانب سے کافی پذیرائی مل رہی ہے۔ ہائیکو شاعری کے موجد ماسوکا شیکی گرم چشموں والے جزیرہ شیکوکو کے شہر متسو یاما میں پیدا ہوئے تھے اور یہ شہر اِس صِنف کی شاعری کے مرکز کے طور پر آج بھی مشہور ہے۔